دنیا کی مشہور تاریخی تہذیبی، ثقافتی، معلوماتی اور مستند کتاب

سفرنامہ ابن بطوطہ

جس میں ہندوستان، مالدیپ، سیلان، سماٹرا، چین، عرب، ایران
شام و مصر، ہسپانیہ و مراکو اور سوڈان کے سفروں کا بیان ہے

مترجم: خان بہادر مولوی محمد حسین صاحب ایم۔اے
ریٹائرڈ سیشن جج

CamScanner

دنیا کی مشہور ترین تاریخی، تہذیبی، ثقافتی، معلوماتی اور مستند کتاب

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۝

سفرنامہ ابن بطوطہ

جس میں ہندوستان، مالدیپ، سیلان، سماٹرا، چین، عرب، ایران شام و مصر، ہسپانیہ و مراکو اور سوڈان کے سفروں کا بیان ہے

مترجم

خان بہادر مولوی محمد حسین (ایم۔اے)

ریٹائرڈ سیشن جج

maktabaquddusia.com

ادارہ تاریخ و ثقافتِ اسلامیہ

سیکنڈ فلور۔40۔الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

CamScanner

فہرست مضامین

	تمہید	13
باب نمبر ۱	سندھ	29
(۱)	دریائے سندھ	29
(۲)	ڈاک کا انتظام	29
(۳)	پردیسیوں کی قدردانی	30
(۴)	گینڈے کا حال	31
(۵)	شہر جنانی	31
(۶)	شہر سیوستان (سیہوان)	32
(۷)	لاہری بندر	34
(۸)	بھکر	36
(۹)	اوچ	36
(۱۰)	ملتان	36
(۱۱)	دسترخوان کی ترتیب	38
(۱۲)	حوالہ جات	39
باب نمبر ۲	ملتان سے دہلی کا سفر	55
(۱)	ابوھر	55
(۲)	ہندوستان کے میوے	55
(۳)	ہندوستان کے غلے	57
(۴)	ابی بکھر	57
(۵)	اجودھن	58
(۶)	ستی کا حال	59
(۷)	سرستی	61
(۸)	ہانسی	61
(۹)	مسعود آباد پالم	61
(۱۰)	حوالہ جات	62

maktabaquddusia.com

CS CamScanner

(۱۶)	گنجی گری اور کولم	301
(۱۷)	ہنور کو واپس جانا	303
(۱۸)	شالیات	304
باب نمبر ۱۰	**جزائر مالدیپ کا سفر**	**312**
(۱)	جزائر دیبتہ المھل	312
(۲)	پیداوار	312
(۳)	مالدیپ کے باشندے	313
(۴)	ان کے گھر	314
(۵)	اہل جہاز کا استقبال اور مہمان نوازی	315
(۶)	ناریل کی رسی	315
(۷)	کوڑیاں	316
(۸)	عورتیں	316
(۹)	ان جزیروں کے باشندوں کا اسلام قبول کرنا	317
(۱۰)	ان جزیروں کی ملکہ	319
(۱۱)	میں ان جزیروں میں کس طرح پہنچا	320
(۱۲)	وزیر کے ساتھ بگاڑ	323
(۱۳)	عید	325
(۱۴)	نکاح اور قاضی مقرر ہونا	326
(۱۵)	مالدیپ سے رخصت ہونا	330
(۱۶)	حوالہ جات	332
باب نمبر ۱۱	**سیلان**	**337**
(۱)	شہر بطالہ	337
(۲)	راجہ سیلان	338
(۳)	سلاوات	339
(۴)	کنکار	339
(۵)	غار سبیک و قدم شریف	341
(۶)	قدم کی زیارت سے واپسی	343

maktabaquddusia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اس کتاب میں جو میں نے اپنے اہل ملک کے لیے عربی سے اُردو میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی جرات کی ہے، اس زمانہ کے ایک مسلمان مسافر کے سفر کا بیان ہے، جس کو اسلامی تہذیب کی اخیر صدی کہنا چاہئے۔ یہ ہجری کی آٹھویں صدی اور تاریخ مسیحی کی چودھویں صدی تھی۔ یہ صدی دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت اہم عنصر ہے کیونکہ جس طرح اس صدی کو اسلامی تہذیب کے تنزل کا شروع کہہ سکتے ہیں، اسی طرح یہ صدی یورپی تہذیب کی ترقی کا آغاز سمجھی جاتی ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں باتیں لازم وملزوم تھیں کیونکہ میں ابھی ثابت کردوں گا کہ ان دونوں کا باعث ایک ہی انقلاب تھا، جس نے دنیا کے چہرے کو بالکل بدل دیا۔

میں نے ارادتاً یہ نہیں کہا یہ صدی اسلامی طاقت کے تنزل کا شروع تھا کیونکہ اس کے بعد جو تین صدیاں گزری ہیں، ان میں سے اسلامی طاقت اپنے عروج پر تھی۔ اسلام کی تاریخ میں پہلے کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا تھا جو شہنشاہ اکبر گورگانی، سلطان سلیمان خان عثمانی، شاہ طہماسپ صفوی اور ان کے ایک سے ایک بڑھ کر لائق جانشینوں کا مرقع دکھا سکتا ہو۔

یورپ میں ملکہ الزبتھ اور شہنشاہ چارلس پنجم اور فرانس شاہ فرانس ان کے ہم عصر اور اپنے زمانہ کے بڑے طاقتور بادشاہ سمجھے جاتے تھے، لیکن اس میں کلام نہیں کہ وہ دولت اور طاقت میں ہرگز ان اسلامی بادشاہوں کے ہم پلہ نہ تھے اور مسیحی قومیں اس وقت تک نہ تو طاقت میں، نہ تہذیب میں اور نہ علوم میں، غرض کسی بات میں اسلامی دنیا کا مقابلہ نہ کر سکتی تھیں۔ مگر اس زمانہ میں تہذیب کی کنجی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جاتی تھی اور تماشا یہ تھا کہ ان کو نہ یہ پتہ لگا کہ کنجی ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور نہ پتا لگا کہ وہ کنجی کیا چیز ہے۔

اس موقع پر ایک نہایت مشکل سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس نے اچھے اچھے اہل الرائے کی عقل کو چکر میں ڈالا ہوا ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ اسلامی ملکوں میں تہذیب کے تنزل کا کیا باعث ہوا؟ اکثر ناواقف اور سرگرم عیسائی مصنف یورپ کی تہذیب کو عیسائی مذہب کی تعلیم کے اچھا ہونے اور اسلامی ممالک کے تنزل کو اسلام کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن میں یقین سے کہتا

ہوں کہ کوئی شخص جو اسلامی اور مسیحی ممالک کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہو گا وہ فوراً بول اُٹھے گا جیسے کہ بعض مسیحی مصنف بھی کہے بغیر نہیں رہ سکے کہ یہ دعویٰ محض بلا دلیل ہے۔ تاریخ اس کو صاف جھٹلاتی ہے بلکہ بالکل اس کے برعکس ظاہر کرتی ہے اور تاریخ سے زیادہ تر معتبر اور کوئی گواہ ملنا مشکل ہے، قیاس اور دلیل اس کے سامنے ہیچ اور فضول ہیں۔

یہ منطق کا مسلم مسئلہ ہے کہ علت اور معلول کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے۔ سبب کے فوراً بعد ہی اس کا اثر ظاہر ہونا چاہئے یا قرین عقل وقفہ کے بعد، اور اگر ان کے درمیان کوئی غیر معقول وقفہ ہے تو اس معلوم کی علت کوئی اور ہونی چاہئے۔ دین مسیحی کے دخول نے یونان اور روما کی موجودہ تہذیب اور علوم کو بہت جلد اور بالکل نیست و نابود کر دیا اور آخر کار جنوبی یورپ کی وہ نوبت پہنچا دی کہ اب بھی اس کے مصنف اس کو تاریک زمانہ کہتے ہیں۔

یورپ میں دین مسیحی کے عروج اور دخول میں اور تہذیب کے آغاز میں چودہ سو سال کا وقفہ ہے۔ کوئی احمق سے احمق منطقی ان دونوں واقعات کو علت اور معلول قرار نہیں دے سکتا۔

اس کے برخلاف اسلامی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے دنوں کے اندر اس نے عرب کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر ان کے گھروں اور درباروں اور مجلسوں میں اس تہذیب اور تعلیم کو جگہ دی جس کو مسیحی دین کے تعصب اور تنگ رائی نے یونان اور اطالیہ سے چوٹی پکڑ کر نکال دیا تھا۔ باوجود یہ کہ پہلی صدی میں چالیس سال تک بدقسمت خانہ جنگی نے ان کو فرصت نہ لینے دی اور پانچویں اور چھٹی اور ساتویں صدی میں یورپ کے جاہل جنگجوؤں نے ایک طرف اور چینی تاتار کے اجہل مغلوں اور ترکوں کے جہان سوز حملوں نے دوسری طرف سے ان کو اچھی طرح سے سانس نہ لینے دیا اور تہذیب کی ترقی کو روکے رکھا لیکن ان دونوں مصیبتوں کو وہ جھیل گئے۔

اگرچہ ان میں سے طاقت کچھ عرصہ کے لیے جاتی رہی مگر چونکہ تہذیب پھر بھی باقی تھی اور اس لیے طاقت کے پھر واپس آ جانے کی قوی امید تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آٹھویں، نویں اور دسویں صدی میں طاقت تو پہلے سے بھی زیادہ عود کر آئی لیکن تہذیب اور علوم کی تحصیل کا شوق گھٹتا گیا۔ چونکہ میں نے اسلام کی تعلیم اور تہذیب کے تنزل کے تعلق کے قیاس کو ایک چھوٹا قیاس ثابت کر دیا ہے۔

اس لیے میں اب بتاؤں گا کہ اسلامی ممالک کی تہذیب کی ترقی اور تنزل کا اصلی باعث کیا تھا اور اس تہذیب کی کنجی کیا تھی۔ اس کا جواب ایک بہت چھوٹا لفظ ہے یعنی تجارت، لیکن یہ جواب شرح طلب ہے۔ وہ ملک جس میں اسلام پیدا ہوا اور جس میں اس نے نشو و نما پائی، ایک

makitabahurdusia.com

ایسا ملک تھا جہاں ایشیا اور افریقہ اور یورپ یعنی پرانی دنیا کے تینوں براعظم ملتے تھے۔ یہ ملک اسلامی دنیا کے جسم میں دل کا کام دیتا تھا اور تمام اسلامی دنیا کے جسم کی شریانیں اس سے پیوستہ تھیں۔ یہ وہ ملک تھا کہ جس میں اول ہی اول دنیا کی تہذیب پیدا ہوئی، جس کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ تینوں براعظم کی تجارت کا مرکز تھا۔

اس دعویٰ کے لیے تجارت سے بڑھ کر تہذیب کے پھیلانے کا ذریعہ کوئی اور پیشہ دنیا میں نہیں ہوسکتا، کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کو ہر ایک شخص تسلیم کرلے گا۔ تجارت کی ترقی، غیر ملکیوں سے ارتباط، خیالات کا مبادلہ اور خیالات کی توسیع، علوم کی ترقی، ترقی کا شوق، شوق میں ایک کا دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرنا اور اس غرض کے حاصل کرنے کے لیے نئے نئے ایجاد اور دریافت میں سعی کرنا، ایسے مسلسل واقعات ہیں کہ ایک سے دوسرا بطور علت و معلول کے خود بخود پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور اسی لیے میں نے تجارت کو تہذیب کی کنجی کہا ہے۔

جب تک تجارت کا ذریعہ فقط خشکی کے رستے تھے، چین اور ہندوستان اور جزائر چینی کی اشیا یورپ اور افریقہ میں فقط ایک رستہ سے جاسکتی تھی۔ شام یا مصر یا اناطول کی کسی بندرگاہ یا شہر سے لے کر خلیج فارس یا عرب کی بندرگاہ تک یا خراسان کے کسی شہر میں سے اشیا تجارت اور قافلوں کا گزرنا لابد (یعنی ضروری) تھا اور اسی لیے خشکی کی تجارت کے لندن اور ہمبرگ اور مارسیلز اور لورپول قدیم زمانہ میں بابل اور نینوا اور اسکندریہ اور صور اور اسلامی زمانہ میں کوفہ، بصرہ، بغداد اور قاہرہ اور دمشق تھے اور جیسے کہ پہلے زمانہ کی تہذیب کے لیے صور اور بابل اور نینوا اور اسکندریہ تہذیب اور علوم کے مرکز سمجھے جاتے تھے۔ ایسے ہی اسلامی زمانہ میں دمشق اور بغداد اور بصرہ اور مَرو اور ہرات اور قرطبہ اور بخارا نہ صرف تجارت کے مرکز بلکہ تہذیب اور علوم اسلامیہ کے مخزن تھے۔

اسلام کے ظاہر ہونے کے بعد مذہب اور زبان کی یگانگی نے جو خیالات کے مبادلہ کا ذریعہ تھا، اس قدرتی موقع کی خوبی کو اور بھی زیادہ مفید بنا دیا تھا۔ اس زمانہ میں اسلامی قافلے اور جہاز قرطبہ سے لے کے چین کے مشرقی ساحل تک تمام سمندر اور خشکی کو اپنی جولان گاہ سمجھتے تھے اور کوئی اور قوم ان کا مقابلہ کرنے والی نہ تھی۔

چنانچہ عرب اور ایران کی تاریخ سے معلوم ہوگا کہ جس قدر مسلمان مصنف جغرافیہ پر لکھنے والے اور بڑے بڑے سیاح گزرے ہیں، وہ سب آٹھویں صدی تک ختم ہوجاتے ہیں۔

CamScanner

کہ ابن بطوطہ نے مبالغہ کیا ہے۔ چنانچہ ابن خلدون مشہور عربی مورخ نے ہندوستان کی دولت اور بادشاہ کی فیاضی کی نسبت ابن بطوطہ کے بیانات پر ایک جگہ شک ظاہر کیا ہے اور مراکو کے بادشاہ کے وزیر اعظم نے اس کے شک کو رفع کیا ہے، اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ابن بطوطہ کے بیانات کی تائید اس کے ہم عصر سابق اور لاحق مورخوں اور سیاحوں کی کتابوں سے کی جائے۔

ان پانچوں مقصدوں کو پورا کرنے میں کوشش کی گئی ہے کہ کوئی شہر یا جگہ یا ملک، خواہ وہ اب موجود ہو یا نہ ہو یا اس کا نام بدل گیا ہو حتی الوسع پتہ لگائے بغیر باقی نہیں چھوڑا اور اس میں بھی فقط قیاس سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ہر ایک جگہ سند کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لیے زیادہ تر ہنٹر صاحب کے گزیٹر فارسی تاریخوں اور ابوالفضل کی آئین اکبری اور کننگھم صاحب کی رپورٹوں سے، جو انہوں نے آثار قدیمہ کی تحقیقات کے متعلق لکھی ہیں اور ہم عصر مورخوں اور سیاحوں کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ یہ کام سب سے زیادہ مشکل تھا اور بغیر اس کے پورا کرنے کے اس سفرنامہ کے پڑھنے والے کو کچھ لطف حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اب بھی معدود مقامات ایسے رہ گئے ہیں کہ ان کی بابت کچھ پتا نہیں چل سکا۔ ناظرین سے امید ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مدد دے سکتا ہو تو وہ دریغ نہیں کریں گے۔

عربی سے اُردو ترجمہ کرنے میں حتی الوسع کوئی لفظ نہیں چھوڑا گیا اور فقط مطلب پر قناعت نہیں کی گئی ہے بلکہ زیادہ تر یہ خیال بھی رکھا ہے کہ ترجمہ لفظ بہ لفظ بھی ہو اور اسی لیے اُردو عبارت میں کہیں کہیں الفاظ آگے پیچھے نظر آئیں گے۔ اس کا زیادہ تر باعث یہ بھی ہوا ہے کہ میں ترجمہ کرتا گیا اور کاتب لکھتا گیا، اس کتاب پر مصنفوں کی طرح مینا کاری کرنے کا موقع نہیں ملا۔

مصنف نے تاریخی واقعات اور بعض اوقات مقامات کے فاصلے و جگہ بیان کرنے میں کہیں کہیں غلطی کی ہے۔ ان کو ہر جگہ درست کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح تاریخی و دیگر واقعات میں بھی جو غلطیاں رہ گئی تھیں ان کو صحیح کر دیا گیا ہے اور اکثر اوقات تشریح اور تائید فارسی و عربی تاریخوں سے کی گئی ہے اور حوالہ میں ان ہی تاریخوں کی عبارت بلا ترجمہ درج کر دی گئی ہے۔

ابن بطوطہ کا سفرنامہ ہندوستان کے مورخ کو بہت کچھ مدد دے سکتا ہے۔ آٹھ دس مقام پر غیر اہم غلطیاں بھی اس نے کی ہیں لیکن اکثر مقامات میں ابن بطوطہ کا سفرنامہ نہ ہوتا تو جو غلطیاں ہمارے مورخوں نے کی ہیں ان کا دریافت ہونا نہایت مشکل تھا۔ مثلاً بنگال کی تاریخ بیان کرنے

رشید کی اولاد سے تھے اور یہ رسالہ انہوں نے ملفوظات شیخ شمس الدین سے بمقام لاہور موچی دروازہ محلہ شیخ بڈھن کتب خانہ شیخ عبدالغفور سے تالیف کیا تھا اس میں یہ درج ہے:

''آمدن مشائخنا در عبد اربع بایئۃ وخمسین وخمس سن الہجرۃ وھومن اولاد شیخ عیار بن عبدالرحیم بن مطرفہ بن حزیمہ فازم بن مہیار وھو بن الاسد بن مطلب بن اس بن عبدالعزی بن قصی۔''

''اول شخص کہ از اجداد مایاں در ہند آمد عبداللہ حسین بن میر تاج الدین بود کہ در عہد محمود شاہ غزنوی در غزنی آمد وہمراہ لشکر او برگرا آمد ید سلطان محمود آن را معہ دہ ہزار سوار دوکوٹ کرور گزاشت۔''

شیخ بہاءالدین نے خرقہ خلافت شیخ شہاب الدین سہروردی صدیقی سے حاصل کیا تھا۔ آپ کا مزار ملتان میں قلعہ کے اوپر واقع ہے۔ عراقی اور میر حسین مصنف نزہت الارواح آپ کے خلفا میں سے تھے۔ آپ کا انتقال ۶۶۶ھ میں ہوا۔ غوث بہاءالحق صاحب کے دست خاص کا ایک نسخہ کتاب ''کشف المحجوب'' کے مترجم کے پاس موجود ہے۔ اس میں سنہ کتابت ۶۶۶ھ درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ نے سو برس کی عمر میں کتابت کی تھی......

شیخ صدرالدینعارف آپ کے فرزند اور جانشین اور شیخ رکن الدین قریشی جن سے اس سفرنامہ میں اکثر وضاحتیں ابن بطوطہ نے کی ہیں آپ کے پوتے تھے۔ ابن بطوطہ نے صدرالدین کی جگہ شمس الدین نام غلطی سے لکھا ہے۔

(۱۳)......سیوستان: فرشتہ نے محمد بن قاسم ثقفی کی فتوحات کے ذکر میں لکھا ہے:

''جمعے از معتبران شہر ہمراہ گرفتہ متوجہ بلدہ سیوستان کہ دریں عصر بسیواں شہرت دارد گردید۔''

سیواں اب کراچی (کراچی) کے ضلع میں ایک تعلقہ ہے۔ کراچی سے ۱۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پانچ ہزار کے قریب آبادی ہے۔ شہباز قلندر کی مشہور خانقاہ بھی اسی شہر میں ہے جو ۱۳۵۶ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس شہر کا قلعہ سکندر اعظم کا بنایا ہوا ہے۔ شہر کے قریب ایک جھیل منچھر نام ہے جو برسات میں ۲۰ میل لمبی اور ۱۰ میل چوڑی ہو جاتی ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے:

''نزدیک سیہواں بزرگ کولا بیست۔ دراز اودو زدہ آنرا منچو برفراز آب زمینہا ساختہ برنے ماہی گیراں بسر برند۔''